حافظِ قرآن اور اس کا مقام

مولانا عبدالرحمٰن کوثر

- ★ حافظِ قرآن کی فضیلت
- ★ حافظِ قرآن کے لئے قرآن پاک کی شفاعت
- ★ حافظِ قرآن کی جنت کے اعلیٰ درجوں تک رسائی
- ★ حافظِ قرآن کو روزِ قیامت شفاعت کی اجازت
- ★ حافظِ قرآن اور اس کے والدین کا قیامت کے دن اعزاز و اکرام

کتاب کا نام : حافظ قرآن اور اس کا مقام

تاریخ اشاعت : مارچ ۲۰۰۱ء

باہتمام : احباب زمزم پبلشرز

کمپوزنگ : صغریٰ کمپوزرز

سرورق : مطلوب

مطبع :

ناشر : زمزم پبلشرز اردو بازار۔ کراچی فون: 7725673

دیگر ملنے کے پتے : دار الاشاعت اردو بازار کراچی

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی

صدیقی ٹرسٹ لسبیلہ چوک کراچی۔ فون: 7224292

مکتبہ رحمانیہ اردو بازار۔ لاہور

فہرست مضامین

تقریظ

از حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

دامت برکاتہم العالیہ

تمام تعریفیں اس خدائے پاک کے لئے جس نے قرآن پاک نازل فرمایا اور حفاظ قرآن کے سینوں کو اس سے منور فرمادیا' اور ان کو اپنا اہل اور خواص قرار دیا' نیز ان کو اس عظیم کتاب کی تلاوت اور اس کی نشر و اشاعت کی توفیق بخشی' کیسے مبارک ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی اور اس کے ذریعہ ان کو عزت ملی اور اونچے مقام کو پہنچے۔

درود وسلام ہو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن پر یہ قرآن کریم نازل ہوا' اور ان کو تمام جہانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔

درود وسلام ہو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے چنا' اور ان کو بہت زیادہ مکرم فرمایا' اور ان کو بہت بڑا فضل اور خیر کثیر عطا فرمائی اور ان کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

اور تمام انبیا علیہم السلام سے ان پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے

کا عہد لیا، پس کتنی ہی بڑی یہ عزت وشرف کی بات ہے' اور ان پر نبوت اور رسالت کو ختم فرمادیا' اور ان کو روشن چراغ بنا کر پورے عالم میں نور ایمانی کو پھیلا دیا۔

پس اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان رحمتیں نازل فرمائے ان پر اور ان کی آل واصحاب پر اور اس پر جو خوبی کے ساتھ ان کی پیروی کرے اور عبادت وتلاوت میں' پڑھنے میں صبح وشام لگا رہے۔ اللہ رب العزت کا اس امت پر بہت بڑا فضل ہے کہ اس کی طرف سب سے افضل رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا' اور ان پر سب سے افضل کتاب نازل فرمائی۔

ہر قسم کی تحریف وتبدیل سے محفوظ فرمادیا اور اس کی حفاظت کی خود ذمہ داری لی اور ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''یعنی بے شک ہم نے ہی قرآن پاک نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اور تاقیامت اپنی اس کتاب کو واضح معجزہ بنادیا، اور انسان وجنات کو اس جیسی کتاب لانے کا چیلنج فرمایا' سب عاجز رہ گئے۔ سورۃ الاسراء میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ۸۸)

ترجمہ: ”آپ فرمادیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن سب اس کے لئے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا کر لائیں تو اس جیسا نہیں لا سکتے اگر چہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔“

دوسری مرتبہ چیلنج صرف اس جیسی دس سورتیں لانے کا فرمایا جیسا کہ سورہ ھود میں فرمایا:

﴿ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ (ھود: ۱۳)

ترجمہ: ”کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس نے خود سے بنالیا ہے، آپ فرمادیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ جو بنائی ہوئی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کو بھی بلا سکتے ہو بلالو۔“

اور تیسری مرتبہ سورۃ یونس میں اس جیسی صرف ایک سورت لانے کا چیلنج فرمایا:

﴿ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ (یونس آیت ۳۸)

ترجمہ: ”کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس کو آپ نے اپنے پاس سے بنالیا ہے، آپ فرمادیجئے کہ تم اس جیسی (ایک) سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جن لوگوں کو بلا سکتے ہو بلالو۔“

سب عاجز ہیں اور عاجز رہیں گے اس جیسی ایک سورت بھی نہیں بنا سکتے یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم کتاب ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو اللہ

کے خوف وخشیت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا جیسا کہ سورۃ الحشر میں فرمایا:

﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾

(الحشر : ۲۱)

ترجمہ: ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اسے دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا (اور) پھٹ جاتا' اور یہ مضامین عجیبہ ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ فکر کریں۔''

اس عظمت شان کے باوجود اس کے حفظ کرنے کو آسان فرما دیا:

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾

(سورۃ القمر : آیت ۳۲)

ترجمہ: ''یعنی ہم نے اس کے حفظ کو آسان کر دیا اور ہم اس کی مدد کریں گے جو اس کو حفظ کرنا چاہے، پس ہے کوئی اس کو حفظ کرنے کا طالب پس اس کی مدد کی جائے۔'' (قرطبی ۱۷/۱۳۴)

ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو بنی آدم کی زبانوں پر آسان نہ فرماتے تو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کو نہ پڑھ سکتا تھا۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اس قدر اپنے بندوں پر احسان فرمایا کہ اس کی تلاوت کرنے اور اس کو حفظ کرنے کو آسان فرما کر بڑے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا' ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ اَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ٥ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ط إِنَّهُ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ (سورۃ الفاطر)

ترجمہ: ''بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور انہوں نے نماز کو قائم کیا اور ہم نے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کیا چپکے سے اور ظاہری طور پر یہ لوگ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی ہلاک نہ ہوگی، تا کہ ان کا رب انہیں پورے اجر عطا فرمادے اور اپنے فضل سے اور زیادہ دے بلاشبہ وہ خوب بخشنے والا ہے بہت قدردان ہے۔'' (سورۃ فاطر ۲۹۔۳۰)

پس اگر کوئی حق تعالیٰ کی طرف سے اس عظیم اجر وثواب کے وعدہ فرمانے کے باوجود بھی قرآنِ کریم کو پڑھنے اور پڑھانے اور اس کی صحیح تلاوت کرنے اور اس کی تفسیر سمجھنے سے گریز کرے تو وہ بڑا محروم ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم کتاب قرآن مجید کو صحیح پڑھنا سیکھے اور پابندی سے اس کی تلاوت کیا کرے، اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے تا کہ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے مستفید ہو اور سعادت دارین حاصل ہو جائے۔

لیکن افسوس ہے کہ بعضے لوگ اپنی عمریں دنیا داری میں، لغو کلام میں ضائع کررہے ہیں۔ اپنا محاسبہ کریں کہ شب وروز کس میں گزر رہے ہیں، آٹھ گھنٹے کام کرنے کے بعد باقی وقت کہاں خرچ ہو رہا ہے۔

اور جو لوگ اپنی اولاد کو اسکول و کالج کی تعلیم دے رہے ہیں ان کو اپنی اولاد کو دینی تعلیم دینے اور قرآن مجید حفظ کرانے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

ابھی بھی وقت ہے ورنہ کل قیامت کو حسرت وندامت ہوگی، اور روز قیامت حافظ قرآن اور اس کے والدین کو نور کا تاج پہنایا جارہا ہوگا تو اس وقت ایسے لوگوں کو حسرت ہوگی کہ کاش ہم بھی قرآن پاک حفظ کر لیتے اور اپنی اولاد کو بھی حفظ کرا دیتے۔

میرے بڑے بیٹے مولوی عبد الرحمٰن کوثر سلمہ نے حفظ قرآن کی ترغیب دینے کے لئے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس میں حافظ قرآن کے فضائل اور اس کا بلند مقام احادیث شریفہ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ جو لوگ حافظ نہیں ہیں ان کو آج ہی سے حفظ قرآن کا عزم کر لینا چاہئے اور اپنی اولاد کو مدارس دینیہ میں حفظ قرآن اور دینی تعلیم کے لئے الحاق کر دینا چاہئیے۔

اور جو لوگ صرف حافظ قاری ہیں ان کو علم حاصل کرنے کے لئے متوجہ ہونا چاہئے تاکہ قرآن پاک کو سمجھ سکیں کہ اللہ پاک کیا فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ عزیزم لختِ جگر مولوی عبد الرحمٰن کوثر سلمہ کی اس محنت کو قبول فرما کر امت اسلامیہ کے لئے نافع بنائے۔

و صلی اللّٰہ و سلم و بارک علی نبینا محمد و علی آله و صحبه أجمعین و من تبعهم بإحسان إلی یوم الدین
و الحمد للّٰہ اولا و آخراً و ظاهراً و باطناً

محمد عاشق الٰہی بلند شہری

مدینہ منورہ

تقدیم

از شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب

مہاجر مدنی حفظہ اللہ تعالیٰ

تمام حمد و ثنا دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں کہ اس نے سب سے افضل کتاب کا حفظ کرنا آسان فرما دیا اور درود و سلام حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ انسانیت کے محسن ہیں اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر جو کہ حاملِ قرآن ہیں۔

اما بعد! میں اپنے دل کی گہرائی سے مبارک باد دیتا ہوں عزیزی عبدالرحمٰن کوثر بن مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری کو جنہوں نے یہ قیمتی اور مفید کتابچہ لکھا جس میں حفظ قرآن کی ترغیب دی ہے اور کیوں نہ میں مبارک باد دوں ان کو اس مبارک عمل پر جبکہ بلاشبہ یہ موضوع اتنا اشرف و افضل ہے کہ اس پر قلم اٹھانے والا یقیناً مبارک باد دینے کے لائق ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن پاک حفظ کیا اس کا مرتبہ بلند ہو گیا، اور جس نے حدیث لکھی اس کا استدلال پختہ ہو گیا' اور جس نے فقہ حاصل کیا اس کی صلاحیت اُجاگر ہو گئی۔ (شرح الشاطبیہ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن پاک سیکھا اور پھر کسی کو اپنے سے زیادہ صاحب نعمت سمجھا تو اس نے حقیر چیز کو عظیم سمجھا اور عظیم چیز کو حقیر گردانا۔

علی الازدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جہاد کا ارادہ کیا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ کام نہ بتلاؤں جو تمہارے لئے جہاد سے بہتر ہو، وہ یہ کہ تم کسی مسجد میں بیٹھ کر قرآن کی تعلیم دو، اور فقہ سے لوگوں کو روشناس کراؤ۔ (شرح الشاطبیہ لعلی القاری ص ۵)

عبد الحمید بن عبد الرحمٰن الحمانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک جہاد کرنے والا بہتر ہے یا معلم قرآن؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ معلم قرآن افضل ہے اس لئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے"۔ (النشر الکبیر ص ۴ ج ۱)

قاضی اسماعیل بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ قرآن پاک تحریف سے کس طرح محفوظ رہا جبکہ دیگر آسمانی کتابیں تحریف وتبدیل سے محفوظ نہ رہ سکیں؟ فرمایا کہ قرآن پاک سے پہلی کتابوں کی حفاظت کا لوگوں کو ذمہ دار بنا گیا تھا جیسا کہ سورۃ المائدہ میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ﴾ جبکہ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود لیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾

ترجمہ: ”بیشک ہم نے ہی قرآن پاک نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ (سورۃ الحجر:۹)

آیت کریمہ میں ”لہ“ کو ”حافظون“ پر مقدم فرما کر یہی بتایا کہ ہم نے صرف اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اس سے پہلے والی کتب سماویہ کی ذمہ داری نہیں۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَا یَاۡتِیۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ﴾

ترجمہ: ”کسی بھی جانب سے باطل اس قرآن کی طرف نہیں آسکتا۔“

اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم کی حفاظت کی ذمہ داری لی بلکہ حفاظ قرآن کے سینوں میں اس کو محفوظ فرما کر ان کے مقام و مرتبہ کو بلند فرمادیا۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جس کو پانی نہ دھو سکے گا اور آپ اس کو سوتے جاگتے پڑھ سکتے ہیں۔

دیگر آسمانی کتابیں صرف دیکھ کر پڑھی جاتی تھیں (صرف انبیاء علیہم السلام کو زبانی یاد ہوتی تھیں لیکن ان کے امتیوں کو یاد نہ ہوتی تھیں) بخلاف قرآن پاک کے وہ حفظ و ناظرہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے (امت میں لاکھوں افراد اس کے حافظ ہیں)۔

امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام) کی خصوصیت کے بارے میں وارد ہے کہ ان کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس نے نوعمری میں قرآن سیکھا (یعنی حفظ کیا) تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو اس کے گوشت اور خون میں رچا بسا دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے معلوم ہو چکا ہے کہ حافظ قرآن اہل علم میں سے ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾

ترجمہ: ''بلکہ یہ قرآن واضح آیات ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔''

بلا شبہ حافظ قرآن اہل علم میں سے ہے، چنانچہ علم کی ابتداء ہی حفظ قرآن اور اس کے سمجھنے اور سمجھانے سے ہوتی ہے۔ ولید بن مسلم سے منقول ہے کہ جب بھی ہم امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ہوتے اور کوئی نو وارد شخص مجلس میں ہوتا تو امام اوزاعی اس سے پوچھتے کہ اے شخص تو نے قرآن حفظ کیا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہوتا تو اس کا امتحان لیتے اور آیات اور مواریث ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ...... الخ﴾ سنتے، اگر وہ شخص یہ آیتیں نہ پڑھ سکتا تو اس سے فرماتے کہ جاؤ پہلے قرآن حفظ کرو، بعد میں علم (حدیث) سیکھو۔ امام اوزاعی میراث سے متعلقہ آیات کا اس لئے امتحان لیتے کہ یہ مشکل آیات میں سے ہیں کیونکہ ان میں متشابہات ہیں، ان کو وہی

شخص بلا تردد اور بغیر شک و غلطی کے یاد کرسکتا ہے جو ذہین ہو اور اس کا حافظہ قوی ہو۔

یحیٰی بن یمان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو کوئی نوجوان آتا تو اس سے ستر (۷۰) آیتیں سورۃ الاعراف کے شروع سے اور ستر (۷۰) آیتیں سورۃ یوسف کیا ابتداء سے اور سورۃ الحدید کا ابتدائی حصہ سنتے' اگر اس نوجوان کو یہ آیات اچھی طرح یاد ہوتیں تو اسے حدیث پڑھاتے ورنہ نہیں۔

ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ایک محدث گزرے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے امام بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس (علم حاصل کرنے کے لئے) جانے کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ پہلے قرآن حفظ کرو تب اجازت ملے گی، چنانچہ میں نے قرآن حفظ کیا اور نماز میں سنایا پھر اجازت دی۔

سلف صالحین میں حفظ قرآن مجید اور اس کی تعلیم کے خاص ذوق کا نتیجہ تھا کہ ابو وائل شقیق بن سلمۃ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف دو ماہ میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دس سال کی عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہوگئے تھے۔

ابن حجر محدث رحمۃ اللہ علیہ نے نو برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔

تاج الدین ابو الیمن کندی رحمۃ اللہ علیہ دس سال کی عمر میں قراءت عشرہ حفظ کر چکے تھے۔

قرآنِ کریم وہ عظیم کتاب ہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى﴾ (سورة الرعد ۳۱)

باوجود اس رفعت شان کے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے بندوں کے لئے اس کا حفظ وتلاوت اور اس کی سمجھ کو آسان فرمایا ہے' ورنہ انسان پورا قرآن تو کیا ایک حرف بھی نہ پڑھ سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

(سورۃ القمر: آیت۳۲)

اس کی تفسیر میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں (تحقیق درتحقیق) ہم نے آسان کر دیا قرآن کو حفظ کرنے کے لئے پس ہے کوئی اس کے حفظ کا طالب کہ اس کی مدد کی جائے۔

اور یہ قرآن پاک بقیہ دوسری کتابوں سے بہت سے اوصاف میں مختلف ہے منجملہ ان کے یہ ہے کہ اس کو یاد کرنا حفظ کرنا آسان ہے اور باقی رہتا ہے اس حافظ کے سینے میں جو اس کی تلاوت ومراجعت میں غفلت نہ برتے، لیکن جو اس سے لاپرواہی برتتا ہے تو اس کے سینے سے بہت جلد نکل جاتا ہے کیونکہ کتاب عزیز ہے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قرآن کو پابندی کے ساتھ پڑھتے رہو پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن اس سے بھی زیادہ تیزی سے سینے سے نکل جاتا ہے جیسے اونٹ رسی توڑ کر نکل جاتا ہے۔

اس قرآن کو حفظ کرنے اور یاد رکھنے کے بڑے فوائد ہیں۔ نجات کا سبب ہے، صاحب قرآن کے لئے جنت میں بلند مرتبہ ہے، دنیا و آخرت میں امامت و مشورہ میں' تدفین میں' امارت و حکومت میں وہی مقدم ہے' بلا حفظ قرآن کوئی عالم عالم نہیں' نیز حفظ قرآن ذہانت و ذکاوت' فصاحت و بیان و حسن اخلاق کا سبب بھی بنتا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کو، مؤلف عزیز کی اس خدمت کو قبول فرما کر مزید ایسی تالیفات اور کتاب اللہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِيْن يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

کتبہ

ابو عبدالقادر محمد طاہر رحیمی

مقیم مدینہ منورہ

یوم الجمعہ ۱۰/۱/۱۴۲۱ھ

مقدمۃ المؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ الحمد لله الذى وفق من شاء من عباده لتعلم كتابه و تعليمه نحمده كما ينبغى لجلال وجهه الكريم و سلطانه العظيم والصلاة والسلام على رسوله سيدنا و نبينا محمد الذى انزل عليه القرآن المبين و على آله و صحبه الذين قاموا بالدين القويم ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين ﴾

اما بعد! مبارک ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کی تعلیم کے لئے چنا، اور وہ لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل لوگوں میں سے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے: ''خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ ''یعنی تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ نیز ارشاد فرمایا: ''اَهْلُ الْقُرْاٰنِ هُمْ اَهْلُ اللّٰهِ وَ خَاصَّتُهٗ '' اہل قرآن اللہ کے اہل اور اس کے خاص بندے ہیں۔ اہل قرآن کہلانے کے وہی حضرات مستحق ہیں جن کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ ہے اور اس کی تلاوت وتدبر عمل ان کا شیوہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و ذمہ داریوں میں سے تزکیۂ نفس اور قرآن مجید کے حروف ومعانی کی تعلیم کو بڑی

اہمیت و خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے مؤمنین پر اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا ہے ' ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (سورة آل عمرا آیت ۱۶۴)

ترجمہ: ''خدانے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔''

پس جس کو قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھانے کی توفیق ہوگی وہ سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءَ وَ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا وَ اِنَّمَا وَرَّثُوْا الْعِلْمَ. فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ ﴾

ترجمہ: ''یعنی علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، انبیاء وراثت میں دینار و درہم نہیں چھوڑتے بلکہ علم ان کی وراثت ہوتی ہے جس کے حصے میں یہ میراث آگئی اس کو خواب زیادہ حصہ ملا۔''

سورۃ آل عمران کی آیت جو اوپر گزری اس میں ایک اہم نکتہ مستفاد ہوتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفوس کو تعلیم کتاب سے پہلے ذکر فرمایا ہے جس سے تزکیہ نفس کی اہمیت خواب اچھی طرح واضح ہو رہی ہے۔ لہٰذا اساتذہ قرآن

کو چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی موافقت میں طلبہ کی خوب اسلامی تربیت کریں اور ان کے اندر اخلاص کا بیج بوئیں، گناہوں سے بچنے کی تلقین کریں، تزکیۂ نفس سے صلاح وتقویٰ پیدا ہوتا ہے، صرف قرآن پاک کے حروف یاد کرادینا کافی نہیں بلکہ حروف کی تعلیم کے ساتھ طلبہ کی ایسی تربیت کی جائے کہ قرآن پاک کا نور ان کے دلوں میں اترتا چلا جائے۔ ہفتہ میں ایک دن طلبہ کو وعظ ونصیحت کا متعین کیا جائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کی جائے۔ ہمارے ایک دوست نے ایک مدرسہ تحفیظ القرآن کا قائم کیا تھا اس میں جمعرات کے دن طلبہ کا ذہن دینی بنانے کے لئے مخصوص کیا تھا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فضائل اعمال سنائی جاتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبہ نے اپنے گھروں سے ٹیلی وژن نکلوائے اور اپنے والدین کی ہدایت کا سبب بن گئے۔

ہمارے حضرت شیخ مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے یہاں تو طلبہ کی اصلاح وتربیت کا بڑی خصوصیت سے اہتمام ہوتا ہے، روزانہ ایک سنت بتائی جاتی ہے، اور ایک طاعت کا فائدہ بتایا جاتا ہے اور گناہوں کے نقصانات میں سے ایک نقصان بتایا جاتا ہے ان افادات کو مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ایک کتاب میں مرتب کردیا ہے کہ "ایک منٹ کا مدرسہ" کے نام سے شائع ہوچکی ہے اس کتاب کو ہر مکتب میں طلبہ کو پڑھانا چاہئے تاکہ طلبہ عامل بالقرآن وسنت ہوکر سعادت دارین

حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾

"بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہل کتاب) تم (علمائے) ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب (خدا) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ربانیین کی تفسیر کرتے ہیں حکماء علماء بن جاؤ۔ اور ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ حکماء اور اتقیاء بن جاؤ، یعنی دین کی سمجھ رکھنے والے اور تقوے والے بن جاؤ۔

بندہ نے ایک کتابچہ "مَكَانَةُ حَفَظَةِ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کے نام سے لکھا تھا جس میں حفاظ قرآن کے فضائل مختصر انداز میں جمع کئے تھے الحمدللہ یہ کتابچہ مدینہ منورہ میں بڑی تعداد میں شائع ہو کر اہل خیر کی طرف سے مفت تقسیم کیا گیا، اب اس کا اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو قبول فرما کر مقبول خاص و عام فرمائے اور اپنے بندوں کو اس سے بہت زیادہ نفع پہنچائے اور لاکھوں افراد یہ کتابچہ پڑھ کر حفظ قرآن کی نعمت سے مالا مال ہو جائیں۔ آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنْ۔

اللہ تعالیٰ بندہ کے لئے اور بندہ کے والدین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور جنت میں اونچے درجات ملنے کا سبب بنائے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا

ہوں کہ میرے والدین کو دونوں جہاں میں اپنے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے احقر کو قرآن وحدیث کے پڑھنے میں لگایا'

اَللّٰھُمَّ عَامِلْھُمَا مُعَامَلَۃَ الْعَافِیَۃِ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَۃِ وَ بَارِکْ فِیْ حَیَاتِھِمَا یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

اخیر احقر حضرت استاذ محترم مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی دامت برکاتہم العالیہ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور باوجود اپنی علمی مصروفیات کے اس کتابچہ کا مقدمہ تحریر فرمایا، اللہ تعالیٰ ان کے علوم ومعارف سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور میرے حفظ قرآن کے استاذ حضرت مولانا قاری محمود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان دونوں جہانوں میں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی برکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین!

اخیر مولوی محمد جاوید صاحب ندوی فاضل مدینہ یونیورسٹی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتابچہ کا اردو ترجمہ میں احقر کی معاونت کی جَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خَیْرًا۔

وصلی اللہ وسلم بارک علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین و الحمد للہ رب العالمین

ماہر حافظ قرآن کی فضیلت

﴿عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهٗ مَعَ السَّفَرَةِ الْکِرَامِ. وَ مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَؤُهٗ وَ هُوَ یَتَعَاهَدُهٗ وَ هُوَ عَلَیْهِ شَدِیْدٌ فَلَهٗ أَجْرَانِ﴾ (رواه البخاری بهذا اللفظ و رواه مسلم بلفظ " الماهرُ بالقران، مع السفرة الکرام البررةِ و الذی یقرأ القران و یتتعتع فیه و هو علیه شاق له اجرانِ)

ترجمہ: ''حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھتا رہتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے تو اس کا مقام خدائی ہدایت پہنچانے والے مکرم فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن کو پڑھتا ہے اور اس کو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن اس کو سخت دشواری پیش آتی ہے تو اس کے لئے دہرا اجر ہے۔

(رواہ البخاری و مسلم واللفظ للبخاری)

تشریح: حدیث بالا میں حافظ قرآن کا مقام بتایا گیا ہے کہ وہ مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوگا، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفرہ جمع ہے مسافر کی مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو خدائی ہدایات لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اعمال لکھتے ہیں، مسلم شریف کی روایت میں لفظ ماہر وارد ہوا ہے یعنی یہ مقام عالی ایسے حافظ قرآن کا ہے جو ماہر

ہو، یعنی اس کا حفظ اور تجوید اس قدر پختہ ہو کہ بلا تردد پڑھتا چلا جاتا ہو لیکن کبھی کبھی غلطی آجانا اس کے منافی نہیں۔ واللہ اعلم۔

اور جس شخص کا حفظ اتنا پختہ نہ ہو اٹک اٹک کر پڑھتا ہو اور یاد کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہو اس کے باوجود بھی پختگی پیدا نہ ہوتی ہو بوجہ دماغی کمزوری کے تو اس کے لئے دو (۲) اجر تلاوت کرنے کا اور دوسرا مشقت برداشت کرنے کا۔

اس حدیث پاک میں ایسے شخص کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ پریشان نہ ہو اپنا دل چھوٹا نہ کرے بلکہ تلاوت میں اور حفظ کی پختگی میں لگا رہے اس کو اللہ شانہٗ دہرا اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اٹک اٹک کر پڑھنے والے کا اجر ومقام ماہر قرآن سے ارفع ہے، بلکہ ماہر قرآن کا مقام ارفع واعلیٰ ہے اور اس کے لئے بہت زیادہ اجر ہیں کیونکہ وہ مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوگا، اور یہ مقام اس کے علاوہ کسی اور کے لئے ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن مجید کا ماہر نہ ہو اور نہ اچھی طرح اس کی بکثرت تلاوت کرتا ہو تو وہ اس بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتا جو ماہر قرآن کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآنِ کریم سیکھنے اور سکھانے والا سب سے بہتر شخص ہے

﴿عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ" وَ أَقْرَأَ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيْ إِمْرَةِ عُثْمَانَ حَتّٰى كَانَ الْحَجَّاجُ، قَالَ: ذَاكَ الَّذِيْ أَقْعَدَنِيْ مَقْعَدِيْ هٰذَا﴾

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن باب خیرم من تعلم القرآن و علمه)

ترجمہ: ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ مشہور جلیل القدر تابعی عبد الرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر حجاج کے زمانہ تک قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس حدیث نے (جامع مسجد کوفہ کے اس مقام پر تعلیم قرآن کے لئے بٹھا رکھا ہے۔'' (حضرت عثمانؓ کے آخری ایام سے لیکر حجاج کے شروع دور تک اڑتیس[۳۸] سال کا عرصہ ہے۔ فتح الباری ۶۵/۹ ے)

فائدہ: اس حدیث پاک سے قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے والے کی بڑی فضیلت واضح ہوئی۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ بہترین کلام کلامِ الٰہی ہے اس لئے قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے والے حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر لوگ ہیں بشرطیکہ یہ مبارک عمل اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ہو ریا کاری و دنیا داری مطلوب نہ ہو۔

(شرح الطیبی علی المشکوۃ ص ۲۱۵ ج ۴)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن کریم سیکھتا بھی ہے اور سکھاتا بھی ہے ایسا شخص دو صفات کا جامع ہے کہ خود بھی مستفید ہو رہا ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا رہا ہے اس لئے اس کو افضل قرار دیا گیا ہے، اور یہ شخص اس آیت کے مصداق میں سے ہے:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

ترجمہ: ''اس سے اچھی کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں واقعتاً مسلمانوں میں سے ہوں۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے مختلف طریقے ہیں جن میں سے قرآنِ کریم کی تعلیم بھی ہے جو کہ سب سے افضل ہے، اور اس کے برعکس کافر ہے جو دوسروں کو بھی اسلام سے روکتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا﴾

ترجمہ: ''پس اس سے زیادہ کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور (دوسروں کو) ان سے روکے۔''

تنبیہ: اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ قاریٔ و مقریٔ عالم و فقیہ سے افضل ہے صحیح نہیں اس لئے کہ خیر کم من تعلم القرآن و علمہ کے مخاطب حضرات صحابہ کرام ہیں جو اہل زبان ہونے کی وجہ سے قرآن کریم کے معانی سمجھنے کا ایسا ملکہ و سلیقہ رکھتے ہیں کہ ان کے بعد کے زمانہ کے لوگ باوجود کوشش

کرنے کے بھی ان کے پایہ کو نہیں پہنچ سکتے، پس جو شخص قرآن کریم کے حروف پڑھنے اور پڑھانے کے ساتھ اس کے معانی بھی سیکھے اور سکھائے تو اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی بخلاف اس شخص کے جو کہ محض قاری ہو قرآن کے معانی بالکل نہ سمجھتا ہو پس ایسے شخص کو اس حدیث شریف میں بیان فرمودہ فضیلت حاصل نہیں۔ واللہ اعلم　　(فتح الباری ص ۶۵۷، ج۹)

جس نے قرآن مجید حفظ کیا اس نے علم نبوت کو اپنے سینے میں محفوظ کرلیا

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَیْنَ جَنْبَیْهِ غَیْرَ اَنَّهٗ لَا یُوْحٰی اِلَیْهِ، لَا یَنْبَغِیْ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اَنْ یَّحِدَّ مَعَ مَنْ یَّحِدُّ، وَ لَا یَجْهَلَ مَعَ مَنْ یَّجْهَلُ وَ فِیْ جَوْفِهٖ کَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰی﴾　　(رواه الحاکم و البیهقی)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کریم پڑھ لیا (یعنی حفظ کرلیا) تو اس نے (علوم) نبوت کو اپنی دونوں پسلیوں کے درمیان (دل میں) لے لیا۔ مگر اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی۔ حافظ قرآن کے لئے زیبا نہیں کہ وہ سختی کرنے والوں کے ساتھ سختی کرے اور جاہلوں کے ساتھ جہالت والا برتاؤ

کرے جبکہ اس کے پیٹ (دل) میں اللہ تعالیٰ کا کلام (محفوظ) ہے۔'
(رواہ الحاکم والبیہقی)

تشریح: اس حدیث مبارک میں حافظ قرآن کے بلند مقام سے روشناس کرایا گیا ہے کہ اس نے اپنے سینے میں علوم نبوت کو سمو لیا ہے مگر اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، نبوت ورسالت آپ ﷺ پر ختم کردی گئی:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

اور حدیث بالا میں حافظ قرآن کا شرف واضح فرمانے کے بعد حافظ قرآن کو تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ غصہ کرنے والوں اور جاہلوں کے ساتھ ٹکراؤ میں ان جیسی حرکتیں نہ کرنے لگے کہ گالی گلوچ اور غصہ کرنے لگے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے سینے میں ہونے کا خیال رکھے، اور صفاتِ کریمہ واخلاق فاضلہ کا مظہر بنے۔ واللہ ولی التوفیق

فائدہ: حاکم کی روایت میں ''لا ينبغي لصاحب القرآن أن يحد مع من يحد'' کے الفاظ ہیں، جس کے معنی سختی کے آتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ صاحب قرآن کو یہ زیبا نہیں کہ غصہ کرنے والوں کے ساتھ غصہ کرے۔

حفاظ قرآن اللہ تعالیٰ کے ولی اور اسکے خاص بندے ہیں

﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ، قَالَ: قِیْلَ مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ: اَھْلُ الْقُرْآنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَ خَاصَّتُہُ﴾

(رواہ أحمد و ابن ماجه باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کون ہیں وہ حضرات؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ قرآن ہی اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے خاص بندے ہیں۔

(احمد و ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظ قرآن کی فضیلت اور ان کا شرف و منزلت بیان فرمانے کے لئے صحابہ کو ایک خاص انداز میں متوجہ فرمایا پھر صحابہ کے سوال کرنے پر حفاظ قرآن کی خاص فضیلت بیان فرمائی یہی حضرات اللہ والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ قرآن کریم میں اولیاء اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ. اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ، لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ط لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾

(سورۃ یونس: ۶۲---۶۴)

ترجمہ: ''یاد رکھو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں

گے، جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ تعالیٰ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔"

فائدہ: علامہ مانوی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر کی شرح فیض القدیر میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اہل قرآن وہ حضرات ہیں جو قرآن پاک کی تلاوت میں پابندی کرتے ہیں، قرآن کے معانی میں غور و فکر کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

حافظ قرآن پر رشک کرنے کا بیان

﴿ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَا حَسَدَ إِلَّا فِيْ اِثْنَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ الَّيْلِ وَ آنَاءَ النَّهَارِ، وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ الَّيْلِ وَ آنَاءَ النَّهَارِ ﴾ (متفق علیہ واللفظ لمسلم)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رشک صرف دو باتوں اور خصلتوں میں ہے۔ ایک اس شخص کی خصلت و حالت جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی نعمت عطا فرما رکھی ہو اور وہ رات دن اس میں لگا رہتا ہے، دوسرے اس شخص کی خصلت و حالت جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے خوب نواز رکھا ہو اور وہ رات دن (اللہ تعالیٰ کی مرضیات) میں خرچ کرتا رہتا ہے۔"

تشریح: حدیث بالا میں حسد سے مراد غبطہ ہے جس کو ترجمہ میں واضح کر دیا

گیا ہے۔ غبطہ کے معنی رشک کرنے کے ہیں، علماء کرام نے حسد اور غبطہ میں بنیادی فرق بیان کیا ہے کہ حسد یہ ہے کہ ایک شخص کسی مسلمان بھائی پر نعمت دیکھ کر یہ آرزو کرے کہ یہ نعمت اس سے چھین لی جائے اور مجھے مل جائے، یہ شرعاً مذموم و حرام ہے اور غبطہ یہ ہے کہ ایک شخص یہ تمنا کرے اس کے مسلمان بھائی کے پاس جو نعمت ہے اس کے پاس باقی رہتے ہوئے مجھے بھی ویسی مل جائے تو یہ تمنا کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی غیر شرعی بات نہ ہو، اور ایسی چیزوں میں رشک کرنا جو کارِ خیر ہوں قابل ستائش ہے اور باعث اجر و ثواب ہے اور حدیث بالا میں جو دو ۲ خصلتیں بیان کی گئی ہیں ان کے بارے میں رشک کرنا تو نہایت ہی قابل ستائش ہے:

﴿لَا غِبْطَةَ اَعْظَمُ وَ اَفْضَلُ مِنَ الْغِبْطَةِ فِیْ هَاتَیْنِ الْخَصْلَتَیْنِ﴾

ترجمہ: ''یعنی کوئی رشک ایسا نہیں جو ان دو باتوں سے زیادہ عظیم و افضل و اعلیٰ ہو، پس یہی دو باتیں سب سے زیادہ قابل رشک ہیں۔''

فائدہ: حدیث بالا میں قیام بالقرآن سے مراد قرآن پاک میں لگے رہنا ہے، یعنی اس کی خدمت میں مشغول رہنا، چاہے وہ کیسی بھی نوعیت کی ہو، چنانچہ اس میں نماز وغیرہ نماز میں تلاوت، اس کا سیکھنا و سکھانا، سمجھنا و سمجھانا، اس کے احکام پر عمل کرنا اور اس کے مقتضیٰ پر فتویٰ و فیصلہ دینا سب داخل ہیں اس کی وضاحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

﴿وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَ يُعَلِّمُهَا﴾

قرآن کریم کے ذریعہ اللہ رب العزت بہت سے لوگوں کو بلند فرما دیتے ہیں

﴿عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ اَنَّ نَافِعَ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِيَ عُمَرَ بِعُسْفَانَ وَ كَانَ عُمَرُ يَسْتَعْمِلُهُ عَلٰى مَكَّةَ فَقَالَ: مَنْ اِسْتَعْمَلْتَ عَلٰى اَهْلِ الْوَادِيْ؟ فَقَالَ : اِبْنُ اَبْزٰى، قَالَ وَمَنْ اِبْنُ أَبْزٰى؟ قَالَ: مَوْلًى مِّنْ مَوَالِيْنَا، قَالَ فَاسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمْ مَوْلًى قَالَ: اِنَّهٗ قَارِئٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ اِنَّهٗ عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ . قَالَ عُمَرُ: اَمَا اِنَّ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَدْ قَالَ : اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ﴾ (رواہ مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ)

ترجمہ: ''عامر بن واثلہ کہتے ہیں کہ نافع بن عبد الحارث خزاعی بمقام عسفان حضرت عمر فاروقؓ سے ملے اور عمر فاروق نے انہیں مکہ مکرمہ کا والی و عامل مقرر فرما رکھا تھا، عمر فاروقؓ نے دریافت کیا: اہل مکہ پر آپ کس کو نائب بنا کر آئے ہو؟ عرض کیا: ابن ابزیٰ کو! فرمایا ابن ابزیٰ کون ہیں؟ نافع نے عرض کیا، ''ہمارے ایک آزاد کردہ غلام ہیں۔'' فرمایا: کیا آپ نے ایک آزاد کردہ غلام کو ان پر عامل و والی مقرر کیا ہے؟ عرض کیا ابن ابزیٰ کتاب اللہ کے قاری اور علم میراث کے عالم ہیں۔ اس پر عمر فاروقؓ نے فرمایا: خبردار! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ بہت سی قوموں کو بلند اور بہت سی قوموں کو

پست فرما دیتے ہیں (مقصد یہ ہے کہ ابن ابزیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے مامورین پر اس لئے رفعت و برتری عطا فرمائی ہے کہ جو شخص کما حقہٗ قرآن کریم کی تعلیم حاسل کر لے و نیز اس کے مقتضا پر عملدر آمد کر لے اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی بلندی عطا فرما دیتے ہیں اور آخرت میں تو پھر ہے ہی۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ فرمانے سے کہ ''تم نے ان پر ایک آزاد غلام کو والی مقرر کیا ہے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت میں نسب کا بھی اعتبار ہے لیکن قرآن کریم اور علم شرعی کے ذریعہ اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں جو لگے گا' اس کو سیکھے گا، سکھائے گا اللہ رب العزت اس کو بڑی عزت عطا فرمائیں گے۔ چاہے وہ نسب کے اعتبار سے کتنا ہی کمزور ہو، قراء عشرہ اور ان کے راویوں میں اکثر و بیشتر موالی ہیں، یعنی آزادہ کردہ غلام ہیں یا ان کی اولاد ہیں لیکن اخلاص کے ساتھ قرآن کریم کو حفظ کرنے اور کرانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند فرما دیا رہتی دنیا تک مسلمان ان کی برکات سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

تنبیہ: جن حفاظ کرام کو دنیاوی منصب حاصل نہ ہو تو کوئی پروانہ کرے۔ کیونکہ اصل برتری و مقام عالی تو آخرت کا ہے جو حافظ قرآن کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

قرآنِ مجید سیکھنے اور سکھانے کیلئے جمع ہونے والوں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں نازل ہونے کا بیان

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَ یَتَدَارَ سُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نُزِلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَ ذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ وَ مَنْ بَطَا بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ﴾ (رواه مسلم و ابو داؤد عن ابی هريرة، صحيح مسلم كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن و الذكر. سنن ابی داؤد كتا ب الصلوٰة باب فی ثواب القرآن)

ترجمہ: ”جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم اس کے سیکھنے سکھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں ان پر خصوصی تسکین اترتی ہے رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں میں انکا تذکرہ فرماتے ہیں، اور جس کا عمل (بد) اس کو درجہ سعادت سے پیچھے ہٹادے تو عالی نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ (مسلم و ابو داؤد)

تشریح: اس حدیث شریف میں کلام پاک کے سیکھنے وسکھانے کے لئے جمع ہونے والوں کی متعدد فضیلتیں ذکر فرمائی ہیں جن میں سب سے زیادہ عظیم تر فضیلت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں میں ان لوگوں کا ذکر خیر فرماتے ہیں، حفاظ قرآن کے لئے یہ نعمت کس قدر باعث عزت وشرف ہے

کہ اللہ تعالیٰ شانہ ان کو اپنے مقرب فرشتوں میں یاد فرمار ہے ہیں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ تم مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لے کر فرمایا، تو ابی بن کعب خوشی کے مارے رونے لگے۔

فائدہ: حدیث بالا میں بیوت اللہ سے مساجد مراد ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ مساجد کا ذکر بطور لازمی شرط کے نہیں بلکہ محض عرف وعادت کے لحاظ سے ہوا ہے۔ لہٰذا مساجد کے علاوہ مدارس اور دیگر قرآنی حلقات جو عمارتوں میں قائم ہیں یہ فضائل انہیں بھی یقیناً حاصل ہوں گے اور **ومن بطابه عمله لم يسرع به نسبه** کے معنی یہ ہیں کہ جس کا عمل ناقص ہوگا صرف اس کا نسب اس کو اہل عمل حضرات کے مرتبہ تک نہ پہنچا سکے گا لہٰذا لائق وموزوں ہے کہ محض نسبی شرافت اور آبائی فضیلت پر اعتماد کر کے عمل میں ہرگز کوتاہی نہ برتی جائے۔ (نووی)

اسی لئے بعض علماء سلف نسب نہ رکھتے تھے بلکہ آزاد کردہ غلام تھے۔ لیکن نیک عمل نے انہیں بلند مقام عطا کیا اور اس کے برعکس بعض اونچے اونچے نسبوں والے لوگ علم وعمل صالح میں نہ لگنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔

قرآن کریم میں مشغول رہنے والے کے لئے حق تعالیٰ کی خصوصی عنایت

﴿عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَ مَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ وَ فَضْلُ کَلَامِ اللّٰهِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ﴾

(رواه الترمذی و الدارمی و البیهقی فی شعب الایمان و قال الترمذی هذا حدیث حسن غریب، مشکوة المصابیح ج ۱ ص ۱۸۶)

ترجمہ: ''ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولیت کی وجہ سے میرا ذکر کرنے اور مجھ سے دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے افضل اور زیادہ عطا کرتا ہوں' اور حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر۔ سبحان اللہ۔ (ترمذی)

تشریح: اس حدیث پاک میں ان حضرات کے لئے خوش خبری ہے جن کو رات دن قرآن پاک کا مشغلہ رہتا ہے پڑھنے پڑھانے، سمجھنے سمجھانے میں اس درجہ مشغولیت ہے کہ دوسری دعا وغیرہ کا وقت نہیں ملتا، ایسے حضرات کو اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والوں سے زیادہ عطا فرمائیں گے۔

اس کو اس طرح سمجھئے کہ کوئی شخص مٹھائی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اسی کے کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آ سکتا ہو تو یقیناً اس کا حصہ پہلے سے ہی علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح جس شخص کو قرآن پاک میں مشغول ہونے کی وجہ سے دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اس کو اللہ رب العزت اپنے خزانوں سے جو کہ لامحدود ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں بہت اور بہت عطا فرمائیں گے اور دنیا میں ان عطاؤں کا ظاہر ہونا ضروری نہیں اخروی اجر و ثواب جب حاصل ہوگا اس وقت اس کی حقیقت منکشف ہوگی۔

کلام پاک پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہونے کا بیان

﴿عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَی اللّٰہِ بِشَیْءٍ أَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْہُ یَعْنِیْ اَلْقُرْآنَ﴾

(رواہ الحاکم و قال ھٰذا حدیث صحیح الاسناد و وافقہ الذھبی)

ترجمہ: ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع (یعنی اس کے یہاں تقرب) اس چیز سے زیادہ بڑھ کر کسی چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق تعالیٰ سے نکلی ہے یعنی قرآن۔“ (حاکم)

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ کلام اللہ کی تلاوت باعث تقرب الٰہی ہے، لہٰذا جتنی زیادہ تلاوت کی جائے اتنا ہی بہتر ہے اور تدبر کے ساتھ معانی سمجھتے ہوئے تلاوت کرنے سے تو بہت ہی زیادہ بارگاہِ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے دل کی اصلاح ہوتی ہے خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اور یہ صفات اللہ تعالیٰ شانہٗ کو محبوب ہیں۔

قرآن کریم پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے مومن کی مثال

﴿ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ یَعْمَلُ بِهٖ كَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَّ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَ الْمُؤْمِنُ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ یَعْمَلُ بِهٖ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَّ لَا رِیْحَ لَهَا، وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَالرَّیْحَانَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَّ طَعْمُهَا مُرٌّ، وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَالْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ "اَوْ خَبِیْثٌ" وَ رِیْحُهَا مُرٌّ

(صحیح البخاری عن انس ابن مالکؓ عن ابی موسیٰ کتاب فضائل القرآن من رای بقرأة القرآن او تأکل به او فخر به)

ترجمہ: ''جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے وہ ترنج کی طرح ہے

کہ اس کا ذائقہ اور خوشبو دونوں عمدہ ہیں۔ اور جو جو مومن قرآن نہیں پڑھتا البتہ اس پر عمل کرتا ہے تو وہ کھجور کی طرح ہے کہ اس کا صرف ذائقہ عمدہ ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہے، اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے وہ پھول کی طرح کہ اس کی صرف خوشبو تو عمدہ اور مزیدار ہے لیکن ذائقہ تلخ ہے اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا وہ ایلوے کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ اور بو دونوں ہی بڑی کڑوی ہیں۔

(بخاری عن ابی موسیٰؓ)

تشریح: اُتْرُجّہ' بڑے لیموں کی طرح سنہری رنگ کا ایک پھل ہے، یہ افضل ترین پھل ہے کیونکہ خوش منظری کی وجہ سے اس کا رنگ ناظرین کو فرحت بخشتا ہے اور اس کے کھانے کے بعد علاوہ لذت کے منہ خوشبودار اور ہاضمہ قوی ہو جاتا ہے۔ اور اس کا چھلکا اور اس کا گودہ اور اس کے بیج سب کے متعدد و مختلف فائدے ہیں جو علم طب میں ذکر کئے گئے ہیں۔ (مجمع البحار ص ۱۲ ج ۱)

اور ایک خاص اثر ترنج میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جن نہیں جاتا، تو اس اعتبار سے بھی اس کی کلام پاک کے ساتھ ایک خاص مشابہت ہے کیونکہ کلام اللہ پڑھنے سے بھی جن بھاگ جاتا ہے، بعض اطباء نے یہ بھی بتایا ہے کہ ترنج سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے اس اعتبار سے بھی اس کی قرآن پاک سے خاصی مشابہت ہوئی کیونکہ کلام پاک کی تلاوت کرنے سے بھی حافظہ قوی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ تین چیزوں سے حافظہ بڑھتا ہے ایک مسواک، دوسرے روزہ اور تیسرے تلاوت کلام پاک۔ (ماخوذ از فضائل قرآن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ)

فائدہ: اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لئے غیر محسوس شئے کو محسوس سے تشبیہ دی ہے تاکہ ذہن میں فرق کلام پاک پڑھنے اور نہ پڑھنے کا سہولت سے آجائے ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی حد و دو مہک سے کیا نسبت ترنج و کھجور کو۔ (فضائل قرآن ص۱۴ از حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے بڑی عجیب بات لکھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک پڑھنے والے مومن کی مثال ترنج سے اور نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور سے دی ہے کیونکہ ترنج اور کھجور کے درخت میں خوب بلندی ہوتی ہے۔ اس میں مومن کے عمل کے مقبول ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔

اور منافق کی مثال ریحانہ اور ایلوے سے دی ہے ریحان اور ایلوے کے درخت بلند نہیں ہوتے بلکہ پست ہوتے ہیں اس میں اشارہ منافق کے عمل قبول نہ ہونے کی طرف فرمایا ہے۔ منافق اگر قرآن پاک پڑھ بھی لے تو قابلِ قبول نہیں اور اس کے لئے آخرت میں کوئی اجر و ثواب نہیں۔

(شرح الطیبی علی المشکوۃ ص ۲۱۹ ج ۴)

ایک نوعمر صحابی کو سورۃ البقرۃ حفظ ہونیکی وجہ سے امیرِ لشکر بنادینے کا قصہ

﴿ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعْثًا وَّ هُمْ ذُوْ عَدَدٍ فَاسْتَقْرَأَهُمْ فَاسْتَقْرَأَ كُلَّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مَّا

مَّعَهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاَتٰى عَلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ مِنْ اَحْدَثِهِمْ سِنًّا فَقَالَ: مَا مَعَكَ يَا فُلَانُ قَالَ: مَعِىَ كَذَا وَ كَذَا وَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، فَقَالَ: اَمَعَكَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ؟ فَقَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاذْهَبْ فَاَنْتَ اَمِيْرُهُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِهِمْ، وَ اللّٰهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مَنَعَنِىْ اَنْ اَتَعَلَّمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ اِلَّا خَشْيَةَ اَنْ لَّا اَقُوْمَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ تَعَلَّمُوْا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْهُ وَ اَقْرِءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهٗ فَقَرَاَهٗ وَ قَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِّسْكًا يَّفُوْحُ بِرِيْحِهٖ كُلَّ مَكَانٍ وَّ مَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَيَرْقُدُ وَ هُوَ فِىْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ وُّكِىَٔ عَلٰى مِسْكٍ﴾ (جامع الترمذی عن ابی ھریرۃ. ابواب فضائل القران، باب ما جاء فی فضل سورۃ البقرۃ و آیۃ الکرسی)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ متعدد افراد پر مشتمل ایک لشکر روانہ فرمایا۔ ہر شخص سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ ایک صاحب جو سب سے کمسن تھے ان کے پاس تشریف لا کر دریافت فرمایا: اے فُلاں! تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورت نیز سورۂ بقرہ۔ فرمایا اچھا تمہیں سورہ بقرہ بھی حفظ ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا تو جاؤ بس تم ان کے امیر ہو۔ اشراف لشکر میں سے ایک معزز آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم میں نے محض اس خطرہ کی بنا پر سورۂ بقرہ نہ سیکھی کہ شاید میں اس کو نماز تہجد میں نہ پڑھ سکوں (ورنہ مجھے رغبت ضرور تھی) فرمایا: قرآن سیکھو، پڑھو اور پڑھاؤ کیونکہ جس نے قرآن سیکھ کر

پڑھا نیز اس کے ساتھ رات کو قیام کیا، اس کی مثال مشک بھری اس تھیلی کی طرح ہے جس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو اور جو قرآن سیکھ کر اس حالت میں سویا رہا کہ قرآن اس کے سینے میں ہے اس کی مثال مشک کی اس تھیلی کی طرح ہے جس کا منہ ڈوری سے بندھا ہوا ہو۔ (ترمذی عن ابی ہریرۃؓ)

تشریح: اس حدیث پاک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد میں قرآن پاک پڑھنے والے حافظ قرآن کے سینے کو مشک بھری تھیلی سے تشبیہ دی ہے جس کا منہ کھلا ہوا ہو اور اس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو، اسی طرح حافظ قرآن جب بھی تلاوت کرتا ہے اور خاص کر تہجد کی نماز میں پڑھتا ہے تو اس کی برکت پورے گھر میں اور تمام سننے والوں کو پہنچتی ہے اور جہاں جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے راحت ولطف وثواب حاصل ہوتا ہے۔

اور جو حافظ تو ہے لیکن تہجد کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکے، تو اس کی مثال مشک کی اس تھیلی کی سی ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہو اور ڈوری سے اس کا منہ باندھا ہو، یعنی جب چاہے اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جب اس کی ڈوری کھولی جائے گی خوشبو مہک پڑے گی اسی طرح حافظ قرآن کو جب نماز تہجد کی توفیق ہوگی بلا تکلف قرآن کریم نماز میں پڑھتا چلا جائے گا اور پورے گھر میں برکت پھیل جائے گی اور لطف واجر وثواب کی لہر دوڑ پڑے گی، پس کوئی یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں میں تہجد میں قرآن پاک پڑھ سکوں گا یا نہیں قرآن کریم حفظ کرنا نہ چھوڑے، کیونکہ قرآن کریم حفظ کرنا فائدے سے خالی نہیں، دنیا وآخرت میں بلندی کا سبب ہے۔

دیکھئے ایک نوعمر صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرہ یاد ہونے کی بنا پر امیر لشکر بنا دیا۔

و لقد صدق رسول الله صلی الله علیه وسلم :
إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَّ يَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ.

قرآن کریم بآواز بلند پڑھنے اور آہستہ پڑھنے کی فضیلت کا بیان

﴿ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ الْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَ الْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ ﴾

(ترمذی و ابن حبان و قال الترمذی هذا حدیث حسن غریب)

ترجمہ: "حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونچی آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا، علانی صدقہ کرنے والے کی طرح ہے، اور آہستہ آواز سے تلاوتِ قرآنِ کریم کرنے والا، خفیہ طور پر صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔" (ترمذی وابن حبان)

تشریح: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ حدیث بالا کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بعض روایات سے قرآن بلند آواز سے پڑھنے کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور بعض سے آہستہ تلاوت کرنا افضل معلوم ہوتا ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جس شخص کو ریاکاری کا خطرہ ہو اس کے لئے سرّی تلاوت افضل ہے لیکن جس کو یہ خطرہ

نہ ہو اس کے لئے جہری تلاوت افضل ہے بشرطیکہ کسی نمازی یا سونے والے کو یا اور کسی کو اذیت نہ پہنچے۔ اور جہری تلاوت اس لئے افضل ہے کہ اس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے اس طرح کہ وہ قرآن سنیں گے یا سیکھیں گے یا ان میں قرآنی ذوق پیدا ہوگا و نیز قرآن، دینی شعار ہے اور جہری تلاوت میں اس شعار کا اعلان و اظہار ہے علاوہ ازیں جہر سے قاری کا دل بیدار اور اس کی ہمت مجتمع ہوگی اور نیند دور ہوگی نیز اوروں کو بھی تلاوت کا ذوق جذبہ اور نشاط حاصل ہوگا۔ اگر کسی شخص کی یہ نیتیں ہوں تو اس کے لئے جہر افضل ہے۔

(الکاشف للطیبی ص ۲۸۲ ج ۴)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والا دونوں حالتوں میں اجر عظیم کا مستحق ہے۔ (بشرطیکہ بلند آواز سے پڑھنے کی حالت میں کسی کی نماز یا نیند وغیرہ میں خلل واقع نہ ہو، اور باآوازِ بلند پڑھنے والے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیۃً یعنی کھلے عام صدقہ کرنے والے سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اس میں دوسروں کو صدقہ دینے کی ترغیب ہوتی ہے اور اس کا نفع متعدی ہوتا ہے مگر شرط وہی ہے کہ ریاکاری نہ ہو۔ اور آہستہ آواز سے تلاوت کرنے والے کو خفیہ طور پر صدقہ کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے' خفیہ طور پر صدقہ کرنے والے کیلئے ایک خاص فضیلت وارد ہوئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے تلے ہوگا کیونکہ اس میں ریاکاری کا شائبہ نہیں ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

باعمل حافظِ قرآن کی عزت کرنے اور اس کو دوسروں پر فوقیت دینے کا حکم

﴿عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرَ الْغَالِیْ فِیْہِ وَ الْجَافِیْ عَنْہُ وَ اِکْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ﴾ (رواہ ابو داؤد و ھو حسن)

ترجمہ: ''ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کا اکرام اللہ تعالیٰ کی عزت میں سے ہے۔ ایک سفید ریش مسلمان، دوسرے حافظ قرآن جو اس میں غلو نہ کرتا ہو اور نہ اس سے اعراض کرتا ہو، تیسرے مصنف حاکم۔''

تشریح: اس حدیث پاک سے حافظِ قرآن جو کہ باعمل ہو اس کے اعزاز و اکرام کرنے کا حکم معلوم ہوا، غلو نہ کرنے والے سے مراد قرآن کریم کی ادائیگی میں غلو نہ کرنے والا ہو اور باطل فرقوں کی طرح قرآن کریم کے معانی میں غلط تاویلیں نہ کرے اور اعراض نہ کرنے والے سے مراد قرآن کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے سے دور نہ ہو بلکہ تلاوت کی پابندی کرتا ہو اور اس کے مقتضیٰ پر عمل پیرا ہو۔

اور اسی حدیث پاک سے قرآن حکیم کے اکرام کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے اس لئے کہ حافظ قرآن کا اکرام بوجہ اس کے سینے میں قرآن کریم ہونے

کے ہے تو خود قرآن پاک کا احترام واکرام کس قدر کرنا چاہئے۔

﴿وَ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ مِنْ قَتْلٰی اُحُدٍ ثُمَّ یَقُوْلُ: اَیُّهُمْ اَکْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِیْرَ لَهٗ اِلٰی اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِی الْلَّحْدِ فَقَالَ اَنَا شَهِیْدٌ عَلٰی هٰؤُلَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَ لَمْ یُغْسِلُوْا﴾ (رواه البخاری و أصحاب السنن الأربعة)

ترجمہ: ”جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے موقعہ پر دو دو شہیدوں کو ایک قبر میں جمع فرمارہے تھے (لحد میں رکھنے سے پہلے) معلوم فرماتے کہ ان دونوں میں سے کس کو قرآن زیادہ حفظ تھا، پس جس کی طرف اشارہ کردیا جاتا تو اس کو قبر میں پہلے اتارا جاتا اور فرمایا کہ میں گواہ ہوں ان پر اور ان شہداء کو ان کے خونوں کے ساتھ بغیر غسل دیئے دفن کرنے کا حکم فرمایا۔“ (بخاری وسنن اربعہ)

تشریح: مذکورہ حدیثوں سے حفاظ قرآن کی فضیلت اور ان کا بلند مقام واضح طور پر معلوم ہوا یہ حضرات بڑی قدر ومنزلت والے ہیں اور کیوں نہ ہوں آخر وہ اپنے سینوں میں رب العالمین کا کلام پاک بسائے ہوئے ہیں۔لہٰذا ہر مسلمان کو حفاظ کرام کا اعزاز کرنا چاہئے۔ابوداؤد اور بزار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر شخص کے مرتبہ ومقام کے اعتبار سے اس کے ساتھ پیش آنے کا حکم فرمایا۔

فائدہ: ان احادیث سے حفاظ وعلماء کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت کی طرف بھی

اشارہ ہو رہا ہے، اگرچہ ہر مسلمان کو تکلیف پہنچانا حرام ہے ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا﴾

ترجمہ: ”یعنی جو لوگ اذیت پہنچاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بغیر گناہ کیے تو اٹھایا انہوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا۔“

اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ﴿لا ضرر ولا ضرار﴾ ”یعنی نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔“

پس حفاظ و علماء کو تکلیف پہنچانا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

”حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔“ (بخاری)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا قول نقل کیا ہے کہ اگر علماء اللہ کے ولی نہیں تو اللہ کا کوئی ولی نہیں۔ (التبیان ص ۲۵)

حفاظِ قرآن سے محبت کرنا

﴿عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ: ذَکَرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ، لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ: خُذُوْا الْقُرْاٰنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ سَالِمٍ وَّ مَعَاذٍ وَّ

أُبَیُّ بْنِ کَعْبٍ﴾ (رواہ البخاری الفتح ۹/۴۷)

ترجمہ: ”مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ میں ان سے برابر اس وقت سے (خصوصی) محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن چار (آدمیوں) سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود سے، اور سالم (مولیٰ ابی حذیفۃ) سے اور معاذ (ابن جبل) سے اور ابی بن کعب سے۔“ (بخاری)

تشریح: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا ہے کہ باعمل حافظِ قرآن سے خصوصی محبت کرنی چاہئے، ان سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے کیونکہ ان کے سینوں میں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے شرف سے نوازا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں، لہٰذا ان حضرات سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہوئی۔

جس نے قرآن شریف حفظ کیا
وہ نکمی عمر سے محفوظ کر دیا گیا

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا وَّ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَ جَلَّ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ، اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اى اِلَّا الَّذِيْنَ قَرَءُوا الْقُرْاٰنَ﴾

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو قرآن پڑھے وہ اس نکمی عمر سے محفوظ رہتا ہے جس میں انسان علم کے بعد بے علم ہوجاتا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ، اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ ﴾

کے بھی یہی معنی ہیں کہ پھر ہم انسان کو پستی کی حالت والوں سے بھی زیادہ پست تر کردیتے ہیں لیکن جنہوں نے قرآن پڑھا (وہ ایسی بری حالت سے محفوظ رہتے ہیں)۔''

(مستدرک حاکم عن ابن عباسؓ موقفاً و صححہ و دافقہ الذهبی)

تشریح: اس حدیث پاک میں اور اس کی جیسی دیگر احادیث میں قرأ بمعنی حفظ معلوم ہوتا ہے، اگر بمعنی حفظ نہ بھی ہو تب بھی حافظ قرآن اس خوشخبری میں بدرجہ اولیٰ داخل ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو قرآن مجید حفظ کرنے اور اپنی اولاد کو حفظ کرانے میں دریغ نہ کرنا چاہیے، اور اخلاص وللّٰہیت ہر وقت پیش نظر رہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں عمل مقبول ہوجائے۔

جس دل میں قرآن کریم نہ ہو وہ ویران گھر کی مانند ہے

﴿ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الَّذِیْ لَيْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ ﴾

(رواہ الترمذی و قال هٰذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ وہ دل جس میں قرآن کا کچھ حصہ نہ ہو ویران گھر کے مانند ہے۔''

تشریح: اس حدیث پاک میں اس شخص کے دل کو ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کے دل میں قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی محفوظ نہ ہو کیونکہ گھر آباد ہوتا ہے اس کے رہنے والوں سے، ایسے ہی دل آباد ہوتا ہے ایمان و قرآن سے، اور اصل باطن کی زینت صحیح اعتقاد اور اللہ جل جلالہٗ کی نعمتوں میں غور و فکر سے حاصل ہوتی ہے۔

حدیث بالا میں حافظ قرآن کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کا دل ایمان و یقین کی دولت سے معمور ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ پورا قرآن حفظ کرے کیونکہ یہ بڑے شرف و منزلت کی بات ہے اور جو پورا حفظ نہ کر سکے تو زیادہ سے زیادہ حفظ کرنے کی کوشش کرے کیونکہ جتنا حفظ ہوگا اور اخلاص کے ساتھ ہوگا اتنا ہی دل آباد ہوگا خاص کر وہ سورتیں ضرور حفظ کرلے جن کی خصوصی فضیلت وارد ہوئی ہے اور موقع بموقعہ پڑھنے کی خصوصی ترغیب دی گئی ہے ان سورتوں کی تفصیل ہم انشاء اللہ العزیز آخری کتابچہ میں لکھیں گے۔

نیز اپنی اولاد کے بارے میں فکر مند ہونا چاہئے اور ان کو بھی اس نعمت عظیمہ سے بہرور کرنا چاہئے تاکہ وہ بھی سعادت دارین سے سرفراز ہو جائیں۔

خوش آواز ماہر قاری سے قرآن پاک سننے کا بیان

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ لِیَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِقْرَأْ عَلَیَّ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَقْرَأُ عَلَیْکَ وَ عَلَیْکَ أُنْزِلَ؟ قَالَ نَعَمْ فَقَرَأْتُ سُوْرَۃَ النِّسَاءِ حَتّٰی أَتَیْتُ عَلٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ " فَکَیْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ، وَ جِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ شَھِیْدًا" قَالَ حَسْبُکَ الْاٰنَ فَالْتَفَتُّ اِلَیْہِ فَإِذَا عَیْنَاہُ تَذْرِ فَانِ.

ترجمہ: ” حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو پڑھ کر سناؤں؟ آپ ہی پر تو نازل ہوا ہے؟ فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی سے سنوں، پس میں نے (تعمیل حکم میں) سورۃ النساء پڑھ کر سنانی شروع کردی یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا:

"فَکَیْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ، وَ جِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ شَھِیْدًا"

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا بس تمہارا اتنا سنانا کافی ہے، پس میں نے آنحضرت ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔“

تشریح: اس حدیث پاک سے خوش آواز قاری سے قرآن سننے کا استحباب معلوم ہوا، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تبیان میں لکھا ہے ہے خوش آواز قراء سے قرآن پاک سننا اولیاء اللہ کی عادت رہی ہے اور یہ سنت نبوی سے ثابت

ہے اور اس کے بعد اس امر کا سنت سے ثابت ہونے کا امام نووی نے حدیث بالا سے استدلال کیا ہے۔ (التبیان ص ۱۱۳)

حدیث بالا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے اپنی نظر نیچے کیے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ النساء سنا رہے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تدبر کے ساتھ یعنی معانی میں غور وفکر کر کے سن رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ماہر قاری تھے اور خوش آواز بھی تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود آیت مذکورہ پر پہنچے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رک جانے کا فرمایا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آیت مذکورہ پر رونا بوجہ تدبر ہے یعنی معانی میں غور وفکر کے ساتھ سننے کی وجہ سے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا اپنی امت پر رحمت وشفقت کی بنا پر تھا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں بتایا گیا کہ آپ کو ان کے اعمال پر گواہی دینی ہوگی بعض لوگوں کے اعمال درست نہ ہونگے جس کی وجہ سے انکو عذاب ہوگا، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ۔ (فتح الباری ۹/۹۹)

علماء نے اس حدیث سے یہ بھی مستنبط کیا ہے کہ قرآن کریم پڑھتے اور

سنتے وقت معانی میں غور و فکر کر کے رونا چاہئے، اور ظاہر ہے کہ جو معانی کو سمجھتا ہے اس کو یہ کیفیت حاصل ہوگی اس لئے ان حفاظ کرام سے گزارش ہے (جو عالم نہیں ہیں) کہ قرآن سمجھنے کے لئے علم حاصل کریں کہ قرآنِ پاک میں غور و فکر کر کے خاص روحانی کیفیات سے مستلذ ہوں اور باری تعالیٰ کے یہاں اونچے مقام حاصل کریں۔

وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ وَ ھُوَ خَیْرُ الرَّفِیْقِ

نماز میں کلام پاک پڑھنے کی فضیلت

﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَھْلِہٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْہِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا، نَعَمْ قَالَ، فَثَلَاثُ آیَاتٍ یَّقْرَأُ بِھِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ﴾

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین حاملہ اونٹنیاں اس کو مل جائیں، ہم نے عرض کیا بے شک (ہم یہ پسند کرتے ہیں)، ارشاد فرمایا کہ وہ تین آیتیں جس کو تم میں سے کوئی بحالت نماز پڑھ لے تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ (صحیح مسلم)

تشریح: خِلِفَات خَلِفَةٌ کی جمع ہے جو اس حاملہ اونٹنی کے معنی میں ہے جس کی آدھی مدت حمل گزر چکی ہو، پھر نصف مدت حمل کے بعد حاملہ اونٹنیاں عشار

کہلاتی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت نماز قرآن پاک کی تلاوت کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کی تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی ہے اس لئے کہ یہ بھی دو عبادتیں ہیں ایک نماز اور دوسری تلاوت ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں ایک اونٹنی دوسرا حمل اور اس قسم کی احادیث میں صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے ورنہ ایک آیت کا اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔ (فضائل قرآن از حضرت شیخ)

آیت قرآنیہ کا نفع باقیات صالحات میں سے ہے جس سے جنتی جنت میں ہمیشہ مستفید و متنفع ہوتا رہے گا کبھی بھی اس کا نفع ختم نہ ہوگا اور اونٹنی کا نفع وقتی ہے وہ بھی ختم ہو جانے والی ہے اور اونٹنی والا بھی مال و متاع چھوڑ کر مسافر آخرت ہے۔

فائدہ: حدیث بالا میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے کہ قرآن پاک زیادہ سے زیادہ حفظ کرنا چاہئے کیونکہ جتنا قرآن یاد ہوگا اور پختگی ہوگی اتنا ہی فائدہ ہوگا۔

قرآن کریم کی دس آیتیں سیکھنا دنیاوی نفعوں سے بہت بہتر ہے (ایک صحابی کا ایمان افروز قصہ)

﴿رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِشْتَرَیْتُ مِقْسَمَ بْنَ فُلَانٍ فَرَبِحْتُ فِیْهِ کَذَا وَکَذَا فَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُکَ بِمَا هُوَ اَکْثَرُ مِنْهُ رِبْحًا قَالَ وَ هَلْ یُوْجَدُ؟ قَالَ: رَجُلٌ تَعَلَّمَ عَشْرَ اٰیَاتٍ فَذَهَبَ الرَّجُلُ فَتَعَلَّمَ عَشْرَ اٰیَاتٍ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ﴾ (رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط عن ابی امامة ورجاله رجال الصحیح مجمع الزوائد ص ۱۶۵ ج ۷)

ترجمہ: ''ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ میں نے مقسم نامی غلام خرید کیا اور مجھے اس میں اتنا اور اتنا نفع حاصل ہوا۔ فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا سودا نہ بتلادوں جو اس سے بھی زیادہ نفع والا ہو؟ اُس شخص نے عرض کیا ایسا بھی کوئی سودا ہے؟ فرمایا: جو شخص دس آیتیں سیکھ لے اُس کا اجر و نفع اس سے زیادہ ہے یہ سُن کر وہ شخص فوراً گیا اور دس آیتیں سیکھ کر خدمت اقدس میں آیا اور اطلاع دی کہ میں نے دس آیتیں سیکھ لیں ہیں۔ (طبرانی، کبیر واوسط عن ابی اُمامۃ)

تشریح: اس حدیث پاک میں حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو قرآن پاک سیکھنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ قرآن کی دس آیات سیکھ لینا اس دنیاوی نفع سے بہتر ہے جو تمہیں حاصل ہوا ہے کیونکہ دنیا کا نفع بھی فانی

ہے اور نفع حاصل کرنے والا بھی۔ لیکن اس کے برخلاف اُخروی نفع کے وہ قائم دائم ہے۔ جنتی ہمیشہ ہمیشہ جنت میں اس نفع سے محظوظ ہوتا رہے گا کبھی بھی ختم نہ ہوگا۔

فائدہ: ان عظیم صحابی کے دینی جذبہ، قرآنی ذوق اور ایمانی قوت کا اندازہ کریں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سنتے ہی اُسی وقت چلے گئے اور فی الفور دس آیتیں سیکھ کر واپس آئے اور خدمتِ نبویہ اس بات کی اطلاع دیدی کہ میں نے اس نصیحت پر عمل کرلیا ہے یہ اس امر کا نتیجہ تھا ایمانی قوت حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے روئیں روئیں میں رچ بس گئی تھی اور ایمان کی حقیقت و بشاشت انکے دلوں کی گہرائیوں میں پیوست ہو چکی تھی۔

بچوں کو قرآن مجید حفظ کرانے کا بیان

﴿عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا اِبْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ، وَ قَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: ''ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو میری عمر دس سال کی تھی اور میں محکم سورتیں حفظ کر چکا تھا۔

(صحیح بخاری)

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں باب ''تعلیم الصبیان القرآن'' کے عنوان سے باب باندھا ہے اس کے بعد حدیث بالا

روایت کی ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اسکی شرح میں فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو بچپن میں قرآن پاک حفظ کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ انتہی

اور محکم سے مراد مفصل سورتیں ہیں جو راجح قول کے مطابق سورۃ الحجرات سے سورۃ الناس تک ہیں، یہ کل چھیاسٹھ سورتیں ہیں، ان سورتوں کو محکم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سب سورتیں قائم بحالہ ہیں ان میں کوئی سورت منسوخ نہیں، اور ان کو مفصل اسلئے کہتے ہیں کہ اور سورتوں کے مقابلہ میں ان سورتوں میں بِسمِ اللّٰہِ کا فاصلہ بکثرت پایا جاتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کو آسانی کیلئے آخری سورتوں سے تعلیم شروع کرانا بہتر وموزوں ہے۔ بچوں کو قرآن پاک حفظ کرانے کے بہت سے فوائد ہیں منجملہ انکے یہ ہے کہ انکے قلوب میں قرآن پاک رچ وبس جاتا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، جسکے الفاظ یہ ہیں:

﴿مَنْ تعلَّمَ الْقُرْآنَ وَهُوَ فَتَى السِّنِّ خَلَطَهُ اللّٰهُ بِلَحْمِهٖ وَ دَمِهٖ﴾

ترجمہ: ''یعنی جس نے نوجوانی میں قرآن سیکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے خون اور گوشت میں پیوست کردیتے ہیں۔''

اور یہ بات بھی مشاہدہ میں آئی ہے کہ جو بچے قرآن پاک حفظ کر لیتے ہیں تو آگے تعلیم میں ان کا ذہن اچھا چلتا ہے اور وہ اپنے ساتھیوں میں سب

سے زیادہ ممتاز رہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ اشکال کیا ہے کہ بخاری کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر رسول پاک ﷺ کے انتقال کے وقت دس ال سے زیادہ تھی قریب البلوغ تھے، پھر اس کا جواب ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ اور عبارت یوں ہے:

﴿تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ قَدْ جَمَعْتُ الْمُحْكَمَ وَ أَنَا ابْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ﴾

یعنی رسول اکرم ﷺ کا جب وصال ہوا تو مجھے محکم سورتیں یاد تھیں اور یہ سورتیں میں دس سال کی عمر میں یاد کر چکا تھا۔ (فتح الباری ۸۴/۹)

قرآنِ پاک کی دو آیتیں سیکھ لینا دو ۲ عمدہ اور بڑھیا اونٹنیوں سے بہتر ہے

﴿عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ نَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّغْدُوْ كُلَّ يَوْمٍ إِلٰى بَطْحَانَ اَوِ الْعَقِيْقِ فَيَاْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَا وَيْنِ فِيْ غَيْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ اَفَلَا يَغْدُ وَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمَ اَوْ يَقْرَاُ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَّاقَتَيْنِ وَ ثَلٰثٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَّ اَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَّ مِنْ اَعْدَادِ هِنَّ

مِنَ الْاِبِلِ.﴾ (رواہ مسلم و ابو داؤد)

ترجمہ: ''عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہم لوگ صُفہ میں بیٹھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصباح بازار بطحان، یا عقیق میں جائے اور دو اونٹنیاں عمدہ سے عمدہ بلا کسی قسم کے گناہ اور قطعِ رحمی کے پکڑ لائے صحابہؓ نے عرض کیا اس کو تو ہم میں سے ہر شخص پسند کریگا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین کا تین اونٹنیوں سے اور اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔''

صفہ: مسجد نبوی ﷺ میں ایک خاص معین چبوترہ کا نام ہے جو فقراء مہاجرین کی نشست گاہ تھی، اصحابِ صُفہ کی تعداد مختلف اوقات میں کمو بیش ہوتی تھی، علامہ سیوطیؒ نے ایک سو ایک ۱۰۱ نام گنوائے ہیں، اور مستقل رسالہ ان کے اسماء گرامی میں تصنیف کیا ہے، بطحان اور عقیق مدینہ طیبہ کی دو وادیوں کا نام ہے، جہاں اونٹوں کا بازار لگتا تھا، عرب کے نزدیک اونٹ نہایت پسندیدہ چیز تھی، بالخصوص وہ اونٹنی جس کا کوہان فربہ ہو۔

بغیر گناہ کا مطب یہ ہے کہ بے محنت چیز اکثر یا چھین کر کسی سے لی جاتی ہے یا یہ کہ میراث وغیرہ میں کسی رشتہ دار کے مال پر قبضہ کر لے یا کسی کا مال چرا لے، اس لئے حضور ﷺ نے ان سب کی نفی فرمادی کہ بالکل بلا مشقت اور بدون کسی گناہ کے حاصل کر لینا جس قدر پسندیدہ ہے اس سے زیادہ بہتر و افضل ہے چند آیات کا حاصل کر لینا، اور یقینی امر ہے کہ ایک دو اونٹ درکنار

ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اگر کسی شخص کو مل جائے تو کیا آج نہیں تو کل موت اس سے جبراً جدا کر دے گی، لیکن ایک آیت کا اجر ہمیشہ کیلئے ساتھ رہنے والی چیز ہے، دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ آپ کسی شخص کو ایک روپیہ عطا فرما دیجئے اس کی اس کو مسرت ہوگی، بمقابلہ اس کے کہ ایک ہزار روپیہ اس کے حوالہ کر دیں کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے میں ابھی واپس لے لوں گا، کہ اس صورت میں بجز اس پر بارِ امانت کے اور کوئی فائدہ اس کو حاصل نہیں ہوگا، درحقیقت اس حدیث شریف میں فانی و باقی کے تقابل پر تنبیہ بھی مقصود ہے، کہ آدمی اپنی حرکت و سکون پر غور کرے کہ کسی فانی چیز پر اس کو ضائع کر رہا ہوں یا باقی رہنے والی چیز پر اور پھر حسرت ہے ان اوقات پر جو باقی رہنے والا وبال کماتے ہوں۔

(فضائل قرآن از حضرت شیخ)

باعمل حافظِ قرآن کی شفاعت سے اسکے دس رشتہ داروں کا جنت میں داخلے کا بیان

﴿مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَ شَفَّعَهٗ فِیْ عَشْرَةٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ﴾

(رواه احمد و الترمذی وقال هذا حدیث غریب و حفص بن سلیمان الراوی لیس هو بالقوی یضعف فی الحدیث و رواه ابن ماجة والدارمی)

ترجمہ: ”جس نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے اور اس کے

گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو۔''

تشریح: اس سے مراد وہ مسلمان رشتہ دار ہیں جو مرتکب کبائر ہیں، کافر و مشرک رشتہ دار مراد نہیں کیونکہ کفار و مشرکین کیلئے تو جنت ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ جیسا کہ متعدد آیات قرآنیہ میں صراحت سے مذکور ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے باعمل حافظِ قرآن کا مقام معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے قرآن کریم یاد کرنے کا فائدہ اسکی ذات تک محدود نہیں بلکہ اسکے عزیز و اقارب کو بھی پہنچے گا۔ اور کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ حضرات جنکے خاندان میں اکثر لوگ حافظ ہیں۔

تنبیہ: اس حدیث سے کوئی یہ مطلب نہ لے کہ ہمارے خاندان میں تو بعض حضرات حافظ ہیں لہذا ہم جو چاہیں کریں حفاظِ کرام سفارش کروا کر بخشوا ہی دیں گے، یہ مطلب لینا بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ خود حافظِ قرآن کو شریعت کی پابندی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ خود احکام خداوندی پورا کرنیکا پابند ہے تو دوسروں کو کیسے شرعی احکام توڑنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ شفاعت کا یہ قانون ہے کہ جسکے بارے میں شفاعت کرنے کی حق تعالیٰ شانہٗ اجازت دیں گے اسی کی سفارش کی جا سکے گی۔ ہر ایک کی سفارش کرنیکا اختیار نہ ہوگا، تیسرے یہ کہ قیامت سے پہلے پہلے برزخ کی زندگی موت کے بعد

برزخی زندگی شروع ہو جاتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

اور اہل معاصی کے لئے عذاب قبر ہونا متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے اور عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے، حافظِ قرآن جن رشتہ داروں کی شفاعت کرے گا، وہ تو قیامت کے دن کا مسئلہ ہے قبر میں کتنا رہنا ہے اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اس لئے اگر کسی کو شیطان گناہوں پر آمادہ کرے تو اسکے بہکانے میں نہ آئے مومن کی تو یہ شان ہے کہ ہمہ وقت حق تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اور مغفرت طلب کرتا رہتا ہے۔

﴿اللهم اجعلنا من عبادک الصالحين﴾

روزِ قیامت حفاظِ قرآن کے لئے قرآن کی شفاعت

﴿عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِىْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِقْرَءُ وَا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِّاَصْحَابِهٖ، اِقْرَءُ وَ الزَّهْرَا وَيْنِ الْبَقَرَةَ وَ سُوْرَةَ آلَ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صُوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا، اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَ تَرْكُهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: بَلَغَنِىْ اَنَّ الْبَطَلَةَ السَّحَرَةُ. (صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن باب فجل قراء ة القران و سورة البقرة، جامع ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ما جاء فی سورة آل عمران.)

ترجمہ: ''حضرت ابو امامہ الباھلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن پڑھو پس بے شک وہ روز قیامت اپنے اصحاب کے لئے سفارش بن کر آئے گا۔

چمکدار (دو سورتیں): بقرہ اور آل عمران پڑھا کرو کیونکہ وہ دونوں قیامت کے دن دو بادلوں یا سائبانوں یا صف بستہ پرندوں کی دو ٹولیوں کی شکل میں آئیں گی۔ اپنے پڑھنے والوں کی زبردست سفارش کریں گی۔ تم سورۂ بقرۃ پڑھا کرو کیونکہ اس کا معمول، باعثِ برکت اور اس کا چھوڑ دینا باعثِ افسوس وحسرت ہے۔ اور اہلِ باطل یعنی جادوگر لوگوں کا سورہ بقرہ پر بس نہیں چلتا ہے۔''

(مسلم وترمذی وغیرہما عن ابی امامۃ الباہلیؓ)

تشریح: (۱) سورۂ بقرہ اور آل عمران کو نورانیت و رہنمائی اور عظمت و کثرتِ ثواب کی بنا پر (زھراوین) یعنی (چمکدار اور روشن) فرمایا ہے)۔ (۲) سواف صافۃ کی جمع ہے، مراد وہ پرندے ہیں جو اڑتے وقت اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں، امام ترمذی نے بعض علماء کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اس شکل میں ان دونوں سورتوں کا اجر وثواب آئے گا نہ کہ خود یہ سورتیں (۳) تحاجانِ عن اصحابھما کے معنی یہ ہیں کہ دونوں سورتیں دوزخ کو نیز اس پر مقرر شدہ زبانیہ فرشتوں کو حافظِ قرآن سے دور ہٹائیں گی اور یہاں مخاصمہ کنایۃً سفارش میں مبالغہ کرتے کے معنی میں ہے (۴) ولا یستطیعھا البطلۃ کا مقصد یہ ہے کہ جادوگر لوگ سورۃ بقرہ کو حفظ نہیں کر سکتے ہیں بلکہ اس سورت کی تلاوت ہی نہیں کر سکتے ہیں۔ چہ جائیکہ اس کے پڑھنے والوں پر ان کے جادو کا اثر چل

سکے۔ (فضائل حفاظ القرآن از قاری محمد طاہر صاحب رحیمی)

فائدہ: اس حدیث پاک میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران یاد کرنے کی خصوصی ترغیب دی گئی ہے۔ اور انکا خاص ثواب اور خصوصی سفارش کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ لہذا جو لوگ پورا قرآن حفظ نہیں کر سکتے تو وہ یہ دو سورتیں تو ضرور حفظ کر لیں، تاکہ مذکورہ بالا فضیلت حاصل کر سکیں۔

واللہ ولی التوفیق وھو خیر الرفیق

شفاعت قرآن کریم کے
بارے میں دوسری حدیث:

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ رَبِّ إِنِّىْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فِي النَّهَارِ، فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ، وَ يَقُوْلُ الْقُرْآنُ رَبِّ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِا الَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ﴾

(رواه احمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم و قال: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و وافقه الذهبی)

ترجمہ: ''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں بندہ کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا تھا پس میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرمالیجئے، اور قرآن کہے گا کہ یا

اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا پس میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمالیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول ہو جائے گی"۔

تشریح: اس حدیث شریف میں روزہ دار اور حافظِ قرآن کی فضیلت معلوم ہوئی، نیز اس حدیث مبارکہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ کلام اللہ کے حفظ کا مقتضی یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اسکی تلاوت کی جائے۔ خود قرآن پاک میں اسکی ترغیب متعدد جگہ موجود ہے سورۃ الاسراء میں آنحضرت ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ:

﴿وَمِنَ الَّيْ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل آیت ۷۹)

یعنی "اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوا کرو (اور تہجد کی نماز پڑھا کرو یہ شب خیزی) تمہارے لئے (سبب) زیارت ہے۔ قریب ہے کہ خدا تم کو مقامِ محمود میں داخل کرے۔"

اور سورۃ الدھر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾ (الدھر آیت ۲۶)

یعنی "اور رات کو بڑی رات تک اس کے آگے سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو"۔

اور سورۃ الفرقان میں مومنین کی صفات میں سے ایک یہ صفت بیان کی جارہی ہے کہ:

﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا﴾ (الفرقان آیت: ۶۴)

یعنی ''اور جولوگ رات گزارتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدہ اور قیام کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض حضرات صحابہؓ کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے ساری رات گزر جاتی تھی، اور سورہ آل عمران میں بعض اہل کتاب جو ایمان لائے انکے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ فرمارہے ہیں کہ:

﴿يَتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ﴾

یعنی ''جو رات کے وقت خدا کی آیتیں پڑھتے اور اس کے آگے) سجدے کرتے ہیں''۔

حفاظ کرام اور اس کے والدین کے لئے قیامت کے روز اعزاز و اکرم

﴿عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَجِيْءُ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ حُلِّهِ فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ زِدْهُ فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةُ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَرْضَ عَنْهُ فَيَرْضَى عَنْهُ فَيُقَالُ لَهُ اقْرَا وَارْقَ وَ تَزْدَادُ بِكُلِّ اٰيَةٍ حَسَنَةً﴾. (ترمذی و ابن خزیمة و حاکم عن ابی هريرة رضی الله عنه وقال الحاکم صحيح الاسناد)

ترجمہ: ''قیامت کے دن قرآن آئے گا اور کہے گا کہ اے رب صاحبِ قرآن کو آراستہ فرمادیجئے، پس اس کو عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا یا

رب اس پر مزید عنایت فرمایئے، تو اسکو عزت کا نیا جوڑا پہنایا جائے گا قرآن پھر کہے گا یا رب! اس سے خوش ہو جایئے تو اللہ تعالیٰ صاحبِ قرآن سے خوش ہو جائیں گے۔ پھر کہا جائے گا پڑھتے جاو اور چڑھتے جاؤ، اور ہر آیت کے بدلہ میں تمہاری ایک نیکی بڑھتی جائے گی''۔ (ترمذی وحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

﴿وَ عَنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ .... : مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَ تَعَلَّمَهُ وَ عَمِلَ بِهٖ اُلْبِسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَاجًا مِنْ نُوْرٍ ضَوْؤُهُ مِثْلُ ضَوْءِ الشَّمْسِ وَ يُكْسٰى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا تَقُوْمُ بِهِمَا الدُّنْيَا فَيَقُوْلَانِ بِمَ كُسِيْنَا هٰذَا؟ فَيُقَالُ: بِاَخْذِ وَلَدِ كُمَا الْقُرْاٰنَ . (مستدرک حاکم عن بریدة الاسلمی رضی الله عنه وهو صحیح علی شرط مسلم)

ترجمہ: ''جس نے قرآن پڑھا، اسے سیکھا اور اس پر عمل کیا اس کو قیامت کے دن ایسا ''تاج نور'' پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح ہوگی اور اسکے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ پوری کائنات بھی انکی قیمت نہ بن سکے گی۔ وہ پوچھیں گے: ہمیں یہ جوڑے کس بنا پر پہنائے جا رہے ہیں؟ بتلایا جائے گا: اس بنا پر کہ تمہاری اولاد نے قرآن سیکھا تھا۔'' (حاکم عن بریدۃ رضی اللہ عنہ)

تشریح: یہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے حافظِ قرآن اور اس کے والدین کا اعزاز و اکرام ہوگا۔ والدین پر اس لئے انعام ہوگا کہ وہی اس کے وجود کا ذریعہ بنے تھے اور انہوں نے ہی اپنی اولاد کی دینی تربیت کر کے اسے قرآن پاک میں لگایا تھا اس لئے انہیں ایسے حسین و جمیل اور قیمتی دو جوڑے

زیبِ تن کرائے جائیں گے کہ یہ دنیا اور اسکی سب چیزیں بھی ان دو جوڑوں کی قیمت نہیں بن سکتیں۔ اس دنیا میں ان جوڑوں کی خوبصورتی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اخروی نعمتوں کی شان ہی نرالی ہے۔

فائدہ: سنن ابی داؤد اور مسند احمد کی روایت میں حافظ قرآن کے والدین کو تاج پہنانے کا ذکر ہے، جسکے راوی حضرت معاذ الجہنی رضی اللہ عنہ ہیں؛

﴿قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَ عَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْؤُهُ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا﴾.

ترجمہ: ''جو شخص قرآن پڑھے اور اسکے احکام پر عمل بھی کرے قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی و چمک سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی اگر وہ سورج اس دنیا میں تمہارے گھروں میں ہو تو پھر تمہارا کیا گمان ہے خود اس شخص کے متعلق جس نے اس کے احکام پر عمل کیا ہوگا''۔

(احمد، ابوداؤد)

ان تینوں حدیثوں کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوا کہ حافظ قرآن اور اسکے والدین تینوں کے تینوں کو عزت و کرامت و نور کا تاج پہنایا جائے گا اور عزت و کرامت کے جوڑے بھی زیبِ تن کرائے جائیں گے۔ جن کے مقابلہ میں پوری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ہیچ ہے۔

قیامت کے دن حافظ قرآن اور اسکے والدین کے اس اعزاز و اکرام کو امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ حرز الأمانی میں یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿هَنِيئًا مَّرِيئًا وَّالِدَاکَ عَلَيْهِمَا مَلَابِسُ أَنْوَارٍ مِّنَ التَّاجِ وَالْحُلِیِّ، فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجَلِ عِنْدَ جَزَائِهِ أُولٰئِکَ أَهْلُ اللّٰهِ وَ الصَّفْوَةِ الْمَلَا.﴾

ترجمہ: خوش خبری ہو تمہارے والدین کو اُن پر چمک دار لباس ہوں گے، تاج اور زیورات پہنے ہوئے ہوں گے، تو آپ لوگوں کا بچہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب اُسے بدلہ دیا جائے گا یہی اللہ والے اور پسندیدہ لوگ ہیں۔"

حافظ قرآن کو جنت میں اعلیٰ مقام ملنے کا بیان

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ إِقْرَأْ وَارْتَقِ وَ رَتِّلْ كَمَا تُرَتِّلُ فِی الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَکَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَأُبِهَا.

(ابو داؤد و ترمذی، عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا پڑھتے جاؤ اور چڑھتے جاؤ اور اسی طرح ترتیل سے پڑھو جس طرح تم دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتے تھے پس تمہارا ٹھکانہ اور درجہ و مقام اسی جگہ ہے جہاں تم آخری آیت تلاوت کرو گے۔

تشریح: قاری قرآن کا ٹھکانہ و مقام جنت میں اس جگہ ہونا جہاں وہ آخری آیت تلاوت کرے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ قاری قرآن کو جس قدر قرآن پاک کی آیات حفظ تھیں نیز اس نے ان آیتوں پر عمل کیا ان کے بقدر جنت کے

درجات پر چڑھتا جائے گا۔ پس جس کو پورا قرآنِ کریم حفظ ہے اس کو جنت کا سب سے آخری اور انتہائی اونچا درجہ حاصل ہوگا اور جس کو کچھ حصہ حفظ ہے اسکا درجہ اسی بقدر اونچا ہوگا)

اور ترتیل کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں جلدی مت کرنا، جیسا کہ تم دنیا میں حرورف کی عمدگی اور وقوف کی رعایت کر کے ترتیل وتجوید سے پڑھا کرتے تھے، اسی طرح پڑھتے جاؤ اور جنت کے درجات پر چڑھتے جاؤ۔

فائدہ (۱): حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جنت کے درجات کی تعداد قرآن کریم کی آیات کی تعداد کے برابر ہے (الجامع الصغیر از بیہقی)

فائدہ (۲): یہ فضیلت خاص اس حافظ وقاری قرآن کے لئے ہے جو کما حقہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اس طرح کہ معانی میں غور وفکر کرے اور اس کے احکام پر عملدرآمد کرے۔ اور آخرت میں تلاوت کی مقدار، عمل کی مقدار کے برابر ہوگی کہ حافظِ قرآن نے جس آیت پر عمل کیا ہوگا صرف اسی کی تلاوت کر سکے گا، دوسری آیتوں کی تلاوت کی اس کو طاقت ہی نہ ہوگی۔ تو اس لحاظ سے سب سے اونچا اور اکمل مقام، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ آپ کے امتیوں کو بقدر مراتب دین وعمل یہ شرف حاصل ہوگا۔ (قاضی عیاض فیض القدیر ص ۳۰۸ ج ۴)

فائدہ (۳): حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حفاظ قرآن

کے ساتھ مخصوص ہے۔ ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں کیونکہ ناظرہ پڑھنے میں تو سب ہی شریک ہیں۔ البتہ حفظِ قرآن ایسی چیز ہے کہ اس میں لوگوں کے درجات مختلف ہیں کہ کسی کو تھوڑی مقدار، حفظ ہے کسی کو زیادہ، تو مقدارِ حفظ کے لحاظ سے جنت میں بھی لوگوں کے درجات کا فرق ہوگا۔ (مثلاً جس کو سو "۱۰۰" آیتیں حفظ ہیں اس کا مقام جنت کے سویں "۱۰۰" درجہ تک اونچا ہوگا اور جس کو مکمل قرآن حفظ ہے اس کا مقام جنت کے آخری درجہ پر ہوگا) اسکی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ حفظِ قرآن، امت پر فرض کفایہ ہے فریضہ صرف ناظرہ تلاوت سے ادا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ حدیث میں حفظِ قرآن ہی مقصود ہے۔

(نهاية القول المفيد ص ۲۴۷)

فائدہ (۴): علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قاریٔ قرآن جنت میں قرآن کریم کی تلاوت کریگا اور اس کے ذریعہ لذت حاصل کریگا، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ قاریٔ قرآن معانی قرآن اور قسم قسم کے ان معارف سے بھی محظوظ و لطف اندوز ہوگا جو اس وقت اور مقام کے مناسبِ حال اللہ تعالیٰ اس پر منکشف فرمائیں گے اور ان معانی و معارف کی کوئی حد و انتہاء نہ ہوگی۔

(فيض القدير شرح الجامع الصغير ص ۳۰۸ ج ۴)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ جنت کی یہ تلاوت ایسی ہوگی جیسے فرشتوں کے لئے تسبیح، تو اس تلاوت کی وجہ سے اہل جنت کی توجہ دوسری لذتوں اور نعمتوں سے ہرگز ہٹنے نہ پائے گی بلکہ غور کیا جائے تو یہی تلاوت اعظم

لذت ہوگی اور دیگر لذات اس کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہوں گی۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۴ ص ۲۴۲) العلامة الطیبی رحمه الله)

فائدہ (۵): علامہ مناوی نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ جنت میں قرآن کریم کی تلاوت قرآن ہی کی خصوصیات ہے کیونکہ قرآن کریم کے علاوہ کسی اور کتاب کا جنت میں پڑھے جانے کا ذکر کسی روایت میں نہیں ملتا۔

(فیض القدیر ص ۳۰۸ ج ۴)